جہاد اور دہشت گردی

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

تصور جہاد کے خلاف تازہ مغربی مہم کا پس منظر:

سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد طاقت کا توازن بھی بگڑ گیا اور دنیا یک قطبی (Unipolar) بن کر رہ گئی۔ گذشتہ صدی کی آخری دہائی کے آغاز ہی سے دردمند مسلمانوں اور عالمی اسلامی تحریکوں کے قائدین نے یہودیوں کے قبضے میں کام کرنے والے مغربی میڈیا کے بدلتے ہوئے تیور بھانپ لئے تھے۔ انہیں اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ اب کیمونزم کی جگہ کسی اور دشمن کی نشاندہی کی جائے گی اور پھر اس نئے ''دشمن'' کے استیصال کے لئے امریکہ اور اس کی ہمرکاب طاقتوں کی ٹیکنالوجی حرکت میں آ جائے گی۔[1] 55 سے زائد اسلامی ممالک کے سربراہان اور مسلمان ممالک کے سیاسی تجزیہ نگار یک قطبی طاقت اور اس کے ذرائع ابلاغ کے سامنے بے بس ہو گئے اور دس سال کے قلیل عرصہ میں' کیمونزم کے خلاف مغرب کے حلیف متمدن دنیا کے ''دشمن'' قرار دے دیئے گئے۔ شاید اس کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ کہ 1990ء کے بعد کچھ سال تک حکومت امریکہ کی جانب سے بھی مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا جاتا رہا کہ ہم آنے والے وقتوں میں بھی حلیف اور ساتھی ہی رہیں گے۔ مثال کے طور پر 1992ء میں امریکہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ ایڈورڈ جیرجیان (Edward Djerjian) نے یقین دہانی کرائی:

''[سوویت یونین کے خاتمے کے ساتھ ہی] سرد جنگ [بھی] ختم ہو گئی ہے۔

اس خلا کو پُر کرنے کے لئے اسلام اور مغرب کے درمیان تصادم کو ہوا نہیں دی جائے گی۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ صلیبی جنگیں ختم ہو چکی ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی نظر میں اسلام ایسا مذہب نہیں ہے۔ جس سے عالمی امن کو کوئی خطرہ ہو یا اس کی مغرب کے ساتھ کوئی جنگ ہو۔"(2)

واقعہ یہ ہے کہ متذکرہ بالا حوصلہ افزا بیان اور اس جیسے بے شمار بیانات مغربی پریس کی زینت بنتے رہے اور ساتھ ساتھ ''سبز خطرہ'' (The Green Peril)؛ ''سبز نفرت'' (The Green Menace)؛ ''مسلمان آ رہے ہیں'' (The Muslim are comming)؛ ''انتہاء پسند اسلام'' (The Radical Islam)؛ اور ''مسلمانوں کے غم و غصے کے اسباب'' (The Roots of Muslim Rage) اور ان جیسے بے شمار مضامین بھی چھپتے رہے۔ جن کا واحد مقصد مسلمانوں کو غیر مہذّب' قابل گردن زدنی اور اقدار اعلیٰ کا دشمن ثابت کرنا تھا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ان مضامین کی اشاعت سے صرف ایک عشرہ قبل' جب تک سوویت یونین ایک متحدہ قوت تھا' انہی عنوانات کے تحت ''سرخ خطرہ'' اور ''سرخ نفرت'' جیسے مضامین چھپا کرتے تھے۔ ''مسلمانوں کے غم و غصے کے اسباب'' کے یہودی مصنف برنارڈ لویس (Bernard Lewis) کو اس مضمون کے لکھنے پر اِسے جیفرسن لیکچر کے طور پر پیش کرنے کا موقع دیا گیا اور اِسے انسانی علوم (Humanities) میں امریکہ کی فیڈرل گورنمنٹ کی جانب سے سب سے اعلیٰ ترین اعزاز سے بھی نوازا گیا۔ جس کا مرکزی خیال یہ تھا۔ کہ آپ ﷺ (جنہیں دنیا بھر کے مسلمان اپنا آئیڈیل بنائے ہوئے ہیں) کے زندگی بھر دو ہی رول رہے۔ یعنی مکّہ میں وہاں کی شہری ریاست کے باغی تھے اور مدینہ میں اسلامی ریاست کے حاکم...... انتہا پسند مسلمانوں کی رائے میں ان کے ممالک میں بھی اسلام کے قوانین پر عمل نہیں ہو رہا۔ لہٰذا ان لوگوں نے اپنے اپنے ممالک میں اور اپنے ممالک سے باہر (غیر اسلامی ممالک میں) کافر دشمنوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔(3)

متعصب عیسائی اور یہودی قوتوں کے گٹھ جوڑ اور اسلام کے خلاف نفرت انگیزی کا ایک اور سبب یہ بھی ہے۔ کہ گذشتہ نصف صدی سے اسلام بلادِ مغرب میں سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا

مذہب ہے۔ 1990ء کی دہائی میں صرف کیلیفورنیا کی جیلوں سے رہائی پانے والے قیدیوں میں سے کم و بیش 25% قیدی قبولِ اسلام کے بعد رہا ہوتے تھے۔ مسلم داعی حضرات کی اعلیٰ حکمت عملی اور مقامی قوانین میں دی گئی رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جب اسلام کا پیغام کئی لوگوں تک پہنچنے لگا تو جیل کے حکام نے جیل کے مینول ہی کو بدل دیا۔ 9/11 کے بعد بھی اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اور ہر روز لا تعداد لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ روئے زمین پر بسنے والوں میں ہر چوتھا آدمی کلمہ گو اور مسلمان ہے۔ اور یہی حقیقت گذشتہ کئی دہائیوں سے متعصب عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے سوہانِ روح ہے۔ امریکہ کا مشہور پروٹسٹنٹ لیڈر پیٹرک بوکینن (Patric Buchannon) جو پرولائف ایڈوکیٹ یعنی اسقاط حمل کے خلاف مہمات کا قائد ہونے کی شہرت رکھتا ہے، مسلمانوں کی آبادی بڑھنے اور عیسائیوں کی آبادی کے کم ہونے پر نیو ہیمپشائر سے چھپنے والے مضمون: "اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت مغرب کو ملیامیٹ کر سکتی ہے۔" (Rising Islam May Overwhelm the West) میں یوں واویلا کرتا ہے:

> "Clearly, Islam is in the ascent in Africa, Asia and the Middle East. In the West, devout Moslems are having children, while in our secular societies, the philosophy of Planned Parenthood takes hold and the condom is king." (4)

بوکینن عیسائی دنیا کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار کرتے ہوئے مزید کہتا ہے:

> "For a millennium, the struggle for mankind's destiny was between Christianity and Islam; in the 21st century, it may be so again."(5)

اٹھارویں صدی عیسوئی کے نو آباد کاروں کی طرح آج ایک بار پھر اقوام مغرب مسلمانوں کو نظریہ جہاد سے دست بردار ہونے کا مشورہ دے رہی ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی سامراج نے اپنے خود کاشتہ گروہوں کے ذریعے جہاد کو از کار رفتہ (Redundant) ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور آج

مغربی میڈیا مسلمانوں کو جہاد سے دست بردار ہو کر اقوامِ عالم کے لئے "قابل قبول" بننے کا مشورہ دے رہا ہے۔ قرآنی الفاظ میں "وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ " (القلم:۹)" (اے محمد!) یہ لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ نرم پڑ جائیں تو یہ بھی نرم پڑ جائیں گے"...... کا منظر ایک بار پھر ہمارے سامنے ہے۔ یعنی کفار چاہتے ہیں کہ کچھ لچک ہم دکھائیں تو وہ بھی ہمارے لئے نرم پڑ جائیں گے۔

جہاد اور دہشت گردی

جہاد کے معنی "اپنی تمام تر صلاحیت کسی مقصد کے حصول کے لئے صرف کر دینا ہے۔"(6)

ایڈورڈ لین پول جہاد کے معنی یوں بیان کرتا ہے:

".......Using or exerting one's utmost power, efforts, endeavours or ability in contending with an object of disapprobation."(7)

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہاد کی کئی اقسام بیان کی گئی ہیں' مثلاً

الجھاد بالقلم یا الجھاد باللسان

الجھاد بالمال

الجھاد بالنفس

الجھاد بالسیف یعنی قتال

آپ ﷺ کا مشہور فرمان: "اَفْضَلُ الجِهَاد كلمةُ حقٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ"(8) "بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے" جہاد باللسان کے بارے میں ہے۔ باقی اقسامِ جہاد کا تذکرہ قرآن کریم میں بار بار آیا ہے۔ مثال کے طور پر ارشاد خداوندی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ o تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo﴾(الصف:۹۔۱۰) "اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے؟ (وہ یہی ہے کہ) تم لوگ اللہ اور

اس کے رسول پر ایمان لے آؤ' اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو' تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔'' اپنے نفس اور اپنی جان کے ساتھ جہاد میں دونوں مفہوم ہی شامل ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دینا اور دوسرا یہ کہ حالت امن میں اپنی ہوا وہوس پر قابو پا کر مجاہدے کی راہ اختیار کرنا۔

مؤخر الذکر کو علامہ محمد بن محمد الحسینی نے امام غزالی کی کتاب اِحیاءعلوم الدین کی شرح: اِتحَافُ السَّادَةِ الْمُتَّقِیْن لکھتے ہوئے خوب واضح کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''فَالْمُجَاهِدُ لَيسَ هُوَ مَنْ جَاهَدَ الْكُفَّارَ بِسَيْفِهِ وَسِنَانِهِ فَقَطْ بَلْ هُوَ اَيْضًا مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ وَهَوَاهُ.''(9) ''مجاہد صرف وہی نہیں ہے جو کفار کے ساتھ اپنی تلوار اور نیزے کے ساتھ جنگ کرتا ہے' بلکہ وہ بھی مجاہد ہے جو اپنے نفس اور خواہشات کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔'' جابر بن عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے: ''وَالْجِهَادُ الْاَكْبَرُ جِهَادُ النَفْسِ'' ''اپنے نفس سے لڑنا جہاد اکبر ہے۔'' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے [جنگ سے واپسی] پر فرمایا: ''رَجَعْنَا مِنَ الجِهَادِ الْأَصْغَرِ اِلَى الجِهَادِ الأَكْبَر ''(10) ''ہم جہاد اصغر (قتال) سے لوٹے ہیں اور جہاد اکبر (حالت امن میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد) کی طرف جا رہے ہیں۔'' ہمارا موضوع جہاد اصغر اور جہاد اکبر میں فرق واضح کرنا نہیں ہے۔ اس تفصیل کا مدّعا صرف یہ ہے۔ کہ زبان و بیان' اپنے مال اور خواہشاتِ نفسانی پر غلبہ پا کر اللہ کی رضا جوئی کے لئے کوشش کرنا بھی جہاد کے نام سے ہی تعبیر کئے گئے ہیں۔

مغربی اقوام کا جہاد کے بارے میں تصور کہ ''کلمہ پڑھو' ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے......'' ایسا گمراہ کن تصور ہے جس کے حق میں مستشرقین (Orientalists) اور اسلام کے دشمن کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کر سکے۔ متذکرہ بالا اقسام جہاد میں سے الجہاد بالسیف اقوامِ مغرب کو سب سے زیادہ کھٹکتا ہے' اسے قتال بھی کہتے ہیں' جس کے معنی ہیں متداول اور مروّج ہتھیار لے کر دشمن کے سامنے صف آرا ہونا اور جنگ کرنا۔ قتال مسلمانوں پر اس وقت فرض ہوتا ہے۔ جب دشمن کی جانب سے ان کی جان' مال' عزت اور آبرو کو خطرہ لاحق ہو جائے یا پھر کہیں انسانیت دم توڑ رہی ہو تو اللہ کے ماننے والوں کو حکم دیا جاتا ہے

کہ وہ ان لوگوں کے لئے نجات دہندہ بنیں جو اپنا دفاع تک نہیں کر سکتے۔ مظلوم کی مدد، اقدار اعلیٰ کی پاسداری اور اپنے دفاع کا حق صرف اسلام ہی نے نہیں سکھلائے بلکہ دنیا کے جملہ مذاہب اور تہذیبیں اس کی تاکید کرتی رہی ہیں۔ دنیا کی ہر سوسائٹی جس پر ظلم کیا جائے اور ذلت تھوپی جائے وہ اپنے دفاع کا حق رکھتی ہے۔

قدیم ہندو قانون دان منو [11] سے پوچھا گیا: "اگر کوئی شخص ہماری عورتوں پر دست درازی کرے، ہمارا مال چھینے، ہمارے دھرم کو بے آبرو کرے تو ہم کیا کریں؟ تو اس نے جواب دیا: "ایسے جفا کار کو ضرور مار ڈالنا چاہئے۔ چاہے وہ گرو ہو یا عالم برہمن، بوڑھا ہو یا جوان۔" [12]

گویا انسانی فلاح اور بہتری کے لئے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ظالم حاکموں اور بالاتر قوتوں کے سامنے کلمہ حق (زبانی یا تحریری طور پر) بلند کرنا، اپنے مال کو اللہ کے لئے وقف کر دینا، اعلیٰ مقاصد کے لئے اپنا وقت، صلاحیت اور جان تک وار دینا اور احترام انسانیت کا پاس رکھتے ہوئے اپنی تذلیل اور توہین برداشت نہ کرتے ہوئے ظالم کے سامنے کھڑے ہو جانا جہاد ہے۔ قرآن کریم کی پہلی آیت جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی اس میں جن لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ وہ لوگ نہیں تھے جو کسی زرخیز ملک کے مالک تھے یا ان کا تجارتی منڈیوں پر قبضہ تھا، اور مسلمانوں کو ان کے وسائل پر قبضے کی ترغیب دی جا رہی تھی۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لئے دی گئی کہ وہ مسلسل ظلم وستم کا شکار تھے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ o الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ. ﴾ (الحج: ۴۰-۳۹)

"جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے، اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے ہیں، ان کا قصور یہ تھا کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔"

جو لوگ اس قدر سنگدل اور متعصب ہوں کہ وہ اہل ایمان کو صرف اس بات کی سزا دینا چاہتے ہوں کہ وہ اللہ کو کیوں مانتے ہیں یا زندگی کے بارے میں ایک خاص زاویہ نگاہ کیوں رکھتے ہیں' ایسے لوگوں کے خلاف صرف مدافعانہ جنگ ہی نہیں بلکہ دوسرے مظلوموں کی اعانت وحمایت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِن لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًاo ﴾ (النساء:۷۵)

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم و جفا کار ہیں' اور ہمارے لئے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ و مددگار مقرر فرما۔''

اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک جنگ کو جاری رکھا جائے جب تک نہتے' بے گناہ اور معصوم لوگوں کی جان مال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں ہو جاتی۔

مختصراً یہ تھا جہاد کی ایک قسم قتال کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ' جسے دور حاضر کے مغربی ماہرینِ اسلام اور ایریا سٹڈی سپیشلسٹ حضرات نے ازمنۂ قدیم کی بربریت اور انتہاء پسندی سے تعبیر کیا۔ اور اپنے وسائلِ اعلام کے زور پر دہشت گردی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں تو نہیں مغرب میں ایسی بیسیوں مثالیں مل جائیں گی جسے عوام الناس میں جنگی جنون پیدا کرنے اور انسانیت کو مذہب کی بنیاد پر بانٹنے کی کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کم وبیش آدھی ریاستوں میں آج بھی "The Song of Roland" ثانوی سطح کے سکولوں میں نصاب کا حصہ ہے۔ رولینڈ کا یہ نغمہ پہلی صلیبی جنگوں (11ویں صدی سے 13ویں صدی عیسوی) میں کمپوز کیا گیا'

اور صلیبی فوجیں مسلمان علاقوں پر چڑھائی کے وقت اس رزمیہ نغمے کو کورس کی صورت میں الاپتیں اور مذہبی جنون کو ہوا دیتیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ 9/11 کے فوراً بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر کا صلیبی جنگوں کے آغاز کا اعلان، جوشِ بیان میں زبان کی لغزش نہیں ہے (جس طرح بعد میں وضاحت کی گئی) بلکہ یہ ''جوڈو۔کرسچین اتحاد'' (یہودی۔عیسائی اتحاد) کی طویل پلاننگ کے نتیجے میں تیار ہونے والی امریکی شخصیت کا لاشعور ہے جسے جناب بش نے زبان عطا کی ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) نے اہل مغرب کی اس نفسیاتی کیفیت کا خوب تجزیہ کیا ہے۔ اس کے خیال میں ظہور اسلام کے بعد، عیسائیت کی تاریخ میں آپ ﷺ کو ہمیشہ ہی دشمنِ مسیح (Anti Christ)[13] اور مسلمانوں کو اعلیٰ اخلاقی روایات کو پائمال کرنے والی قوم کے طور پر دیکھا گیا ہے اور مغرب اپنے ذہن کے کینوس سے کبھی بھی صلیبی سوچ کو کھرچ نہیں سکا۔[14] اہل مغرب اپنی تاریخ میں ہمیشہ ہی مختلف اسلامی شخصیات کو Anti Christ کہتے رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے آواخر میں سیکولرازم اور جمہوریت کے سبب دی گئی شخصی آزادیوں کے دور میں جب افراد کو Anti Christ کہنا ممکن نہ رہا تو اُسی مذہبی جنون اور نئی سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر مختلف ''دشمن'' ریاستوں کو ''برائی کا محور'' (Axis of Evil) اور دہشت گرد (Terrorist) کے القابات سے نوازنا شروع کر دیا۔

واضح رہے کہ اب تک نیو ورلڈ آرڈر (N.W.O) کی طرح دہشت گردی (Terrosrim) کی اصطلاح کی بھی کوئی متفقہ اور حتمی تعریف (Definition) سامنے نہیں آئی۔ گذشتہ کئی سال سے اقوام متحدہ میں حکومت پاکستان کا نمائندہ سیکیورٹی کونسل سے ''ریاستی دہشت گردی'' کی تعریف متعین کرنے کی درخواست کر رہا ہے۔ جس کی ابھی تک کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ تاہم دہشت گردی کی جو تعریف ہمیں مہیا ہو سکی ہے وہ ہم نے امریکہ کی وزارتِ دفاع کے ایک سابق فوجی و سیاسی تجزیہ نگار جان مور (John Moore) کے اپنے مقالے ''اسلامی دہشت گردی کا ارتقاء'' (The Evolution of Islamic Terrorism) سے اخذ کی ہے:

"[Terrorism is] the unlawful use of ------threatened use

of---- force or violence against individuals or property to coerce or intimidate governments or societies, often to achieve political, religious or ideological objectives.''(15)

''سیاسی یا نظریاتی مقاصد کے حصول کے لئے مختلف معاشروں' حکومتوں یا افراد کے خلاف غیر قانونی طور پر طاقت کا استعمال یا طاقت کے استعمال کی دھمکی دہشت گردی کہلاتا ہے''

دہشت گردی کی مندرجہ بالا تعریف اگر صحیح ہے تو کم از کم کوئی مسلمان ملک گذشتہ عشرے میں اس قسم کی دہشت گردی کا مرتکب نہیں ہوا۔ البتہ امریکہ اور اس کے حلیف اس دہشت گردی کے مرتکب ضرور ہوئے ہیں۔ اور صدر امریکہ کا ''دفعِ خطر کے لئے پیشگی حملوں کا نظریہ'' (Doctrine of Pre-emption)' متذکرہ بالا تعریف کی روشنی میں دہشت گردی کی بدترین شکل ہے۔ بایں ہمہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر اور ان کی انتظامیہ بزعم خود دہشت گردی کے خلاف نبرد آزما ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام خود اس وقت بدترین دہشت گردی کا شکار ہے' اور اپنے دفاع کے لئے کسی بامعنی حکمت عملی سے عاری اور تہی دامن ہے۔ نواستعماری طاقتیں (Neo-Colonial Powers) آہستہ آہستہ' مقاومت اور دفاعی صلاحیت رکھنے والی اسلامی ریاستوں کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرتی جارہی ہیں اور مسلمان حکمرانوں میں سے جو بھی تھوڑا وقت حاصل کرلیتا ہے' وہ اسے اپنی کامیابی گردانتا ہے۔

گذشتہ چند سالوں کے واقعات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ نیو امپیریل ازم کا ایجنڈا عالم اسلام کے معدنی وسائل پر مکمل قبضہ کرنا اور مسلمان ممالک کو مکمل طور پر ان کی دفاعی صلاحیتوں سے محروم کرکے اپنا دستِ نگر بنا کر رکھنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ یک قطبی دنیا میں سوویت یونین کی موت کے بعد امریکہ کے لئے اس ایجنڈے کو روبعمل لانا آسان دکھائی دیتا ہے۔ امریکہ کی University of Visconsin کے پروفیسر آف امپیریل ہسٹری: ڈاکٹر جے' بی' کیلی (J.B.Kelley) نے 1980ء میں (شاہ فیصل شہید کے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے بعد) امریکہ' برطانیہ اور فرانس کو مشورہ دیا تھا۔ کہ چونکہ عرب جب چاہتے ہیں تیل کی قیمت بڑھا دیتے ہیں۔ ان تینوں ممالک کو

چاہئے کہ وہ خلیج میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ (16) اس مشورے پر عمل ہو چکا۔ اب باقی ماندہ ایجنڈے پر کام جاری ہے۔

کرنے کا کام

مسلمان حکومتیں سیاسی اور سفارتی سطح پر' اپنے اپنے معروضی حالات کی روشنی میں' اپنے خیال کے مطابق راست اقدام اٹھا رہی ہیں۔ جس سے بعض مسلمان ممالک کو صرف اسی قدر فائدہ ہوا ہے۔ کہ انہوں نے ممکنہ تصادم کو مؤخر کیا ہے۔ سیرت نبویؐ سے یقیناً ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ کہ طاقتور دشمن یا دوست کے لبادے میں دشمن سے اس وقت تک مڈبھیڑ نہ ہونے پائے جب تک مقاومت اور مقابلے کی صلاحیت حاصل نہ کر لی جائے۔ اس ضمن میں مسلمانوں کی حقیقی کامیابی یہ ہوگی کہ وہ عالم اسلام کے دفاع کے لئے مسلمانوں پر مشتمل مشترکہ فوج تشکیل دے لیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے حامل وہ ممالک جو بوجوہ امریکہ کے حلیف بننے سے گریزاں ہیں' مسلمانوں کی مجتمع اور متحد قوّت کا ساتھ دیں گے' ان طاقتوں کے ساتھ فوجی اور تجارتی میدانوں میں تعاون بڑھایا جائے اور ضروری ٹیکنالوجی بھی حاصل کی جائے۔

علماء اور اہل علم جہاد کے حقیقی تصور کو اجاگر کریں۔ مسلمان ممالک کے اندر اور غیر مسلم دنیا کو بتائیں کہ مسلمانوں کو ان کی پوری تاریخ میں کبھی بھی بنیاد پرست یا دہشت گرد نہیں کہا گیا۔ عیسائی پس منظر رکھنے والی یہ اصطلاحات مسلمانوں کی تاریخ میں کبھی غیر مسلموں کے لئے بھی استعمال نہیں ہوئیں۔ مغربی میڈیا سیاسی مقاصد کی خاطر مسلمانوں کو نت نئے القابات سے نواز رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عیسائی تعصب کے ستم رسیدہ یہودی ہمیشہ ہی مسلمانوں کے یہاں پناہ لیتے رہے ہیں۔ مگر اب یہود کی غاصبانہ ریاست بننے کے بعد ان کے مفادات اور مصلحتیں بدل گئی ہیں۔ اور حیرت کی بات ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ کے اکثر و بیشتر یہودی عیسائی مستشرقین (مشرقی علوم اور تہذیب کے ماہرین) نے جہاد کے خلاف مہم میں اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے۔ مگر عالم اسلام کے دینی علوم کے ماہرین عالمی زبانوں میں ایسا لٹریچر تخلیق نہ کر سکے جو وقت کی ضرورت کو پورا کرتا۔ اور جہاد کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کر سکتا۔ مسلمان علماء کا فریضہ ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے اندر مسلمانوں کو اور اسلامی دنیا سے باہر پالیسی ساز اداروں' تحقیقی مراکز اور میڈیا کو باور کرائیں کہ اسلامی تعلیمات سے دنیا کے امن کو کوئی خطرہ لاحق

نہیں ہے۔ مسلمان اہل علم اور قلمکاروں کی ذمے داری ہے۔ کہ وہ عوام کو سمجھائیں کہ نوعمر بچوں کو جذباتی کیفیت سے دوچار کر کے، بغیر ضروری تربیت اور حکومت کی رضامندی کے جہاد پر روانہ کرنا اسلامی شعائر کے مطابق نہیں ہے۔ اور نہ ہی چھوٹے چھوٹے گروپوں کو اپنے طور پر اعلان جہاد کا کوئی حق پہنچتا ہے۔ جہاد صرف وہی ہوگا جس کا اعلان حکومتِ وقت کرے گی۔

فلسطین میں تحریک آزادی کے متوالوں کے غاصب یہودیوں کے خلاف خودکش حملے گذشتہ ایک مدت سے مغربی میڈیا کا موضوع ہیں.....خودکش حملوں کے بارے میں مسلمانوں کی بالعموم اور فلسطینی حریت پسندوں کی بالخصوص پوزیشن کو واضح کیا جائے۔ اسلام حالت امن میں کسی مسلمان کو خودکش حملے کی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم حالت جنگ میں دنیا کی سبھی تہذیبوں میں جانبازوں نے اپنے وطن، اپنی غیرت و ناموس اور اپنے مقصد حیات کے لئے جان کے نذرانے پیش کئے ہیں۔ فلسطینی لوگوں کو غیر مسلح کر کے، جنہیں کسی باقاعدہ فوج کی معاونت حاصل نہیں ہے، ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ اسرائیل ان کے خلاف فوجی کاروائی کر رہا ہے۔ لہٰذا ان کے پاس نقدِ جان وارنے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔ مغربی میڈیا اور مغرب کے تھنک ٹینکوں کی جانب سے آنے والے علمی اعتراضات کا جواب علمی انداز ہی سے دیا جائے تو مؤثر ہوگا۔ اور یہ کام اسلامی ممالک کی حکومتوں کی سرپرستی کے بغیر ناممکن الحصول رہے گا۔ عالم اسلام کی وحدت اور علمی محاذ پر مغربی سکالرز اور تجزیہ نگاروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے جو جو کام او' آئی' سی کے پلیٹ فارم سے ہوسکیں وہ اس پلیٹ فارم سے لئے جائیں۔ باقی مفید اور ضروری کام اسلامی ممالک اپنے اپنے طور پر شروع کردیں تو اچھے مستقبل کی پیش بینی کی جاسکتی ہے۔

حواشی

1- تفصیل کے لئے دیکھئے:

Ahmed b.Yousef & Ahmad AbulJobain

The Politics of Islamic Resurgence: Through Western Eyes, pp. i - v

Springfield, U.S.A, 1992.

2- المرجع السابق، ص: 7

3- Bernard Lewis: "The Roots of Muslim Rage," The Atlantic Monthly, pp.49,59.

4- Esposito, John L., The Islamic Threat: Myth or Reality? p.175, New York,1992.

5- المرجع السابق ص: 175

6- ابن منظور الافریقی: لسان العرب (جهد)

7- Lane, Edward W. Arabic-English Lexicon, (جہاد)

8- یہ حدیث سنن ترمذی میں یوں وارد ہوئی ہے: ''اِنَّ مِنْ اَعظَمِ الجهادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ'' کتاب الفتن، باب افضل الجهاد، ص 471، ج 4، بیروت، 1962ء

9- الزبیدی، محمد بن الحسینی: إتحاف السّادة المُتَّقِيْنَ بشرح إحياء علوم الدين۔ ج:6، ص:379،

دارالفکر، بیروت، بدون تاریخ

زغلول، ابوھاجر بسیونی: موسوعة أطراف الحديث النبوى الشريف ج:5، ص:121، دارالفکر، بیروت 1414ھ/1994ء

-10 المرجع السابق: نفس الموضع۔

-11 محققین منو کے زمانے کا صحیح تعین نہیں کر سکے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ 200 قبل مسیح کے لگ بھگ زندہ تھا۔ ہندوؤں کے یہاں اِسے بہت بڑے دانشور اور ماہر قانون دان کا درجہ حاصل ہے۔

-12 مودودی ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الإسلام، ص 33، سترھواں ایڈیشن، لاہور 2002ء

13- Armstrong, Karen, Holy War, p. 23 New York 1992.

14- Armstrong, Karen, Muhammad----A Biography of the Prophet, p.44 New York, 1992,

15- John Moore, "The Evolution of Islamic Terrorism" p.1, www.state.gov

16- Kelley, J.B. Arabia, the Gulf, and the West: A Critical View of the Arabs and their Oil Policy, p. 502, London, 1980.